جناب سید خالد جامعی *

عیش وعشرت کی ثقافت اور دعوت کی روایت کا خاتمہ

امتیں جب عیش وعشرت کے اسلامی جواز تلاش کرتی ہیں تو وہ تاریخ کے صحرا میں اس طرح گم ہوجاتی ہیں جس طرح کسی بیوہ کا آنسو تنہائی میں شبِ فراق کے تصور سے پلکوں سے گر کر زمین میں تحلیل ہوجاتا ہے، جدید سائنس وٹیکنالوجی کا مقصد صرف عیش وعشرت کی فراوانی کے ذریعے مادیت کو روحانیت پر غالب کرنا ہے، اس لیے جدید سائنس اسلامی تہذیب کی اصل حریف اور دشمن ہے، اس کو غیر جانبدار سمجھنا، اسے اسلامی تاریخ وتہذیب کا گمشدہ قافلہ قرار دینا اور اسکے حصول پر امت کی نجات، عروج اور شان وشوکت کو منحصر رکھنا، جدیدیت پسندی ہے، اصل عروج یہ ہے کہ فرد اس پیغام پر دل کی گہرائیوں سے قائم ہو جائے جو حق ہے ''الحق'' ہے، ''الکتاب'' ہے، آخری پیغام ہے اور وہ اسلام ہے۔

دعوتوں میں لوٹ مار کی ثقافت

اس عیش وعشرت کی زندگی کا مشاہدہ ہم اپنے عہد کی دعوتوں سے لگا سکتے ہیں جس میں اب کھانے پینے کا انتظام دسترخوان کے بجائے مغربی طرز اور روش پر ہوتا ہے، لوٹ مار کی ثقافت عام ہے، اب تو عامہ الناس تو ایک طرف خواص امت بھی مغربی روش پہ چل نکلیں ہیں، خواص کے صاحبزادوں کی شادیاں اب سادگی کا منظر پیش نہیں کرتی، وہاں بھی کھانا دسترخوان پر نہیں ملتی، یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے بلکہ یہ عظیم المیہ ہے۔ اگر اسلامی تحریکوں کے قائدین کی تقاریب میں دسترخوان کی سنت زندہ نہیں ہوگی تو پھر عوام کے یہاں اس سنت کا احیا محال ہے،

دسترخوان کے فوائد

دسترخوان کی سنت کے کئی فوائد ہیں ہمارے اخلاقِ رذیلہ کے لیے یہ سنت ایک حصار بن جاتی

---

* ناظم شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ کراچی

ہے کھانا ضائع نہیں ہوتا، بزرگوں اور بچوں کو کھانا لینے کے لیے دھکے نہیں کھانے پڑتے، بزرگوں اور مہمانوں کو فقیروں کی طرح قطار میں پلیٹیں لے کر نہیں کھڑا ہونا پڑتا اور بار بار پلٹنا نہیں ہوتا، عزت کے ساتھ سب کو بیٹھے ہوئے کھانا ملتا ہے لیکن دسترخوان ہماری معاشرت اور ہماری دعوتوں کے لیے اجنبی ہو گیا ہے، کیا اس سنت کے فوری احیاء کی ضرورت نہیں ہے؟

بوہری فرقے کی دعوتیں اور تقاریب

بوہری فرقے کے سربراہ برہان الدین کی ہدایات کے مطابق بوہری فرقے کی تمام تقاریب شادی ولیمہ ان کے جماعت خانے میں ہوتی ہیں، مغرب کے فوری بعد کھانا شروع ہو جاتا ہے اور عشاء کی اذان کے ساتھ ہی دسترخوان اٹھا لیا جاتا ہے، تقریب میں شرکت کیلئے پاجامہ کرتا پہننا لازمی ہے، نشست فرشی ہوتی ہے، غریب سے لے کر ارب پتی بوہری کی دعوت میں یہی طریقہ ہوتا ہے، امرا کی تقاریب میں حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار آتے ہیں تو وہ اسی طرح فرشی نشست پر بیٹھتے ہیں ان کے لیے میز کرسی کا انتظام نہیں کیا جاتا، مہمانوں کے سامنے ایک طشت یا تھال رکھ دیا جاتا ہے جس میں چھ آٹھ آدمیوں کے سمانے کی گنجائش ہوتی ہے کسی کو الگ رکابی نہیں دی جاتی، سب مل جل کر کھاتے ہیں، سب سے پہلے نمک چٹایا جاتا ہے پھر دو دو سموسے دیے جاتے ہیں پھر ایک تکے کا ٹکڑا اس کے بعد بریانی آتی ہے وہ حسبِ طلب آتی رہتی ہے پھر میٹھا اور محفل برخاست، اگر بوہری برادری دسترخون کی سنت کو غربا سے لے کر امراء تک نافذ کر سکتی ہے تو اسلامی تحریکیں، دینی جماعتیں کم از کم اپنی تقاریب میں اس سنت کو زندہ کر سکتے ہیں کیا اس طرف توجہ کی ضرورت نہیں ہے؟ دعوتوں میں لوٹ مار کا اسلوب جس طرح عام ہو گیا ہے، اس سے بچنے کا واحد طریقہ دسترخوان پر کھانا کھلانا ہے افسوس ہے کہ اسلامی اور احیائی تحریکیں معاشرتی ضرورتوں اور معاشرتی تبدیلیوں سے آگاہ نہیں اور ان امور پر ان کی نظر نہیں ہے پھر انقلاب کیسے برپا ہو؟ جو انقلابی اپنے ولیمے شادی اور تقاریب میں دسترخوان کی سنت جاری نہیں کر سکتے وہ عہدِ حاضر کی اسلامی ریاست میں سنتوں کا احیا کیسے کر سکتے ہیں؟

اسراف و تصنع کی ثقافت اور معاشرے سے دعوت کی روایت کا خاتمہ

اس عیش و عشرت اسراف و تصنع اور بناوٹ کی ثقافت نے پاکستانی معاشرے سے دعوت کی روایت کو ختم کر دیا ہے آج سے بیس پچیس سال پہلے خاندانوں میں دوست واحباب میں دعوتوں کا شدت سے رواج تھا پڑوسی، احباب، اہلِ محلّہ، اہلِ خاندان ایک دوسرے کے گھر کثرت سے آتے جاتے اور کثرت سے دعوتیں دیتے تھے لیکن اب دعوت کی روایت بالکل مر چکی ہے خاندانوں میں لوگ سال میں

کبھی کبھار گھروں میں دعوت دیتے ہیں، سماجی تقاریب وغیرہ کی دعوت ایک الگ معاملہ ہے، لیکن خاندان کی دعوتیں اور ذاتی دعوتیں شجرِ ممنوعہ ہوگئی ہیں، پہلے کسی گھر میں اچھی دال، سبزی، ساگ، بھات، کڑی، چٹنی، کھاجا، مٹھائی، پاپڑ، پوری، حلیم، کھچڑا، گلتی، بیسنی روٹی، پکوڑے، برسات کے پکوان، گلگلے، اصلی گھی یا لسی بنتی تو لوگ ایک دوسرے کو مدعو کر لیتے تھے، اب دعوت کا تصور مرغی، تکے، بریانی، گوشت اور انواع واقسام کے کھانوں سے وابستہ ہوگیا ہے، لہٰذا چھوٹی سے چھوٹی دعوت بھی ہزار دو ہزار روپے کی پڑتی ہے، لوگ یہ سوچتے ہیں کہ کسی کو بہت دور سے بلائیں وہ اپنا پٹرول لگا کر آئے اور اسے کڑی، سبزی، ساگ، بھات، بیسن کی روٹی کھلا دی جائے تو بہت بے عزتی ہوگی، لہٰذا اس بے عزتی سے بچنے کیلئے لوگوں نے دعوتیں ختم کر دیں، جبکہ دعوت کا مقصد میل جول ملاقات آپس کے تعلقات میں گہرائی گرم جوشی ہے لیکن اب دعوت صرف کھانے پینے کی اشیاء کی کثرت سے منسوب ہے، یہ نہ ہو تو دعوت کا فائدہ کیا؟ ہمیں اتنی دور سے کیا دال کھانے کیلئے بلایا تھا، اس حاسد، حریص رویے نے دعوتوں کی اسلامی روایت کا خاتمہ کر دیا ہے۔

دعوت کی روایت کا احیاء

کیا اس روایت کو دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے؟ کیا دینی تحریکیں اس روایت کو زندہ کرنے کیلئے کوئی معاشرتی کردار ادا کرسکتی ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ شادی، ولیمے، عقیقے کی تقاریب میں سادہ کھانا کھلایا جائے، سادگی کا عنصر دینی ولا دینی عناصر کی دعوتوں سے رخصت ہوگیا ہے، لہٰذا دعوت کی اسلامی روایت اب تصنع، ملمع کاری، بناوٹ، نمائش، دکھاوے کی نذر ہو چکی ہے، مختلف ادوار میں دعوت کی روایت کا جائزہ، رسول اللہ صلی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوتیں ان ضیافتوں میں پیش کیے جانے والے ماحضر کی تفصیلات اس ولیمے کی تفصیل جو رسول اللہ صلعم کا سب سے شاندار ولیمہ تھا اور اس میں صرف ایک بکری ذبح کی گئی تھی، رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اس ولیمے کی تفصیلات جس میں مہمانوں کو کھجور اور پنیر پیش کیا گیا تھا، ان تمام تر تفصیلات کی روشنی میں کیا امت مسلمہ کا کوئی گھر آج ایسی دعوتوں کا احیاء کرسکتا ہے؟ کیا ان دعوتوں کا احیاء اب بھی وقت کی ضرورت نہیں ہے؟ جب چاول دو سو روپے کلو اور آٹا سو روپے کلو فروخت ہو رہا ہے، کیا رسول اللہ صلی علیہ وسلم اور آپ کی جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سادگی کو اختیار کرنے کا وقت اب بھی نہیں آیا؟ کیا اس عہدِ سادگی کو واپس لانا دین، عقل، نفس، مال اور جان کی حفاظت کے لیے اب بھی ضروری نہیں ہے؟ اگر اب نہیں تو پھر کب؟؟